ماڈیول نمبر 1

اساسیات تعلیم

FOUNDATIONS OF EDUCATION

"تعلیم سب کیلئے"

نوشہرہ پراجیکٹ

[illegible]

[illegible] UNESCO [illegible]

ماڈیول نمبر 1

اساسیات تعلیم

FOUNDATIONS OF EDUCATION

"تعلیم سب کیلئے"

نوشہرہ پراجیکٹ

نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ این۔ڈبلیو۔ایف۔پی۔، ایبٹ آباد

باشتراک و تعاون: یونیسکو (UNESCO)، اسلام آباد

جملہ حقوق بحق ''یونیسکو ، اسلام آباد'' محفوظ ہیں

ایڈیشن	....	اوّل
مقامِ اشاعت	....	ایبٹ آباد
تاریخ اشاعت	....	جنوری، 2002
تعداد	....	270
صفحات	....	22
مطبع	....	قاضی پرنٹرز ، اڈہ گامی ، ایبٹ آباد۔
ناشران:	....	ا۔ نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ این ڈبلیو ایف پی ایبٹ آباد۔

۲۔ یونیسکو (UNESCO) اسلام آباد۔

پیش لفظ

اگر دیکھا جائے تو انسان نے ایک دم چاند پر قدم نہیں رکھا بلکہ بتدریج ترقی کی۔ اور یہ ترقی کسی ایک سمت میں نہیں ہے بلکہ اس کے کئی پہلو ہیں۔ انسان نے سماجی حوالے سے ترقی کی اور اپنے لیے قوانین بنائے۔ اس نے معاشی حوالے سے ترقی کی تو سائنسی بنیادوں پر معیشت کا ڈھانچہ تعمیر کر ڈالا۔ اس نے سیاسی حوالے سے ترقی کی تو حکومتوں اور سیاست کے ڈھانچے کی تشریح کی۔ یہ ساری ترقی انسان کی بے چین فطرت کی غمازی کرتی ہے۔ جو قومیں اپنی ترقی سے مطمئن نہیں ہوتیں وہ کبھی جمود کا شکار نہیں ہوتیں۔ اور اسی میں یعنی حرکت میں کامیابی و کامرانی ہے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیمی عمل کے میدان میں ہم نے بھی حرکت کو ہی زندگی سمجھا۔

تدریس کسی بھی معاشرے کیلئے زندگی کی بہترین اقدار کو قائم رکھنے کا وسیلہ بھی ہے اور بدلتے ہوئے حالات میں ان اقدار کی تعمیر نو کی کاوش بھی۔ کسی معاشرے میں تدریس ان خصوصیات کی حامل نہ ہو تو معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا۔ تدریس کی اس اہمیت کے پیش نظر ادارہ "نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ این ڈبلیو۔ ایف۔ پی" نے گورنمنٹ آف این۔ ڈبلیو۔ ایف۔ پی۔ اور یونیسکو۔ اسلام آباد کے تعاون و اشتراک سے ایک تعلیمی پروگرام شروع کیا ہے۔ جس کا مقصد سب کو تعلیمی مواقع فراہم کرنا ہے۔ اس ضمن میں پروگرام کی ابتدا نوشہرہ ڈسٹرکٹ سے کی جارہی ہے۔ اساتذہ کی تربیت اور اس کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر تدریسی مواد جو بارہ ماڈیولز پر مشتمل ہے تیار کیا گیا ہے۔ تدریسی مواد جو ماہرین تعلیم کی کوششوں کا نتیجہ ہے باقاعدہ تحقیق کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔

نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ این۔ ڈبلیو۔ ایف۔ پی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے میں ڈائریکٹر یونیسکو اسلام آباد مسز انگے بورگ برائنس (Mrs Inge Borg Brienes) اور جناب ارشد سعید خان کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے اس کار عظیم میں رہنمائی، حوصلہ افزائی اور معاونت فرمائی۔

یہاں پر پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال، ڈاکٹر عبدالرحمان اور تمام ماڈیولز مصنفین کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اپنی علمی بصیرت، تجربے، پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور تعمیری تنقید سے اس اہم اور عظیم کام کی تکمیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

میں ان ماہر مضمون کی کاوشوں، صلاحیتوں اور محنت کو بھی سراہتا ہوں جن کی بدولت "تعلیم سب کیلئے" (نوشہرہ پراجیکٹ) ادارہ ہذا کیلئے ایک سنگ میل کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا (انشاءاللہ)۔

عمر فاروق

ڈائریکٹر

نظامت نصاب و تعلیم اساتذہ این۔ ڈبلیو۔ ایف۔ پی ایبٹ آباد

فہرست عنوانات

TABLE OF CONTENTS

صفحہ نمبر	TITLE	عنوان	نمبر شمار
2-3	Foreword	پیش لفظ	1
5	Introduction	تعارف	2
6	Objectives	مقاصد	3
7	Foundations of Education	اساسیات تعلیم	4
17	Importance of Religious Foundations in Education	تعلیم میں مذہبی بنیاد کی اہمیت	5
20	Characteristics Of Islamic Philosophy of Education	اسلامی فلسفہ تعلیم کی خصوصیات	6
22	Exercises	مشقیں	7

FOREWORD

The UNESCO Office, Islambad has assigned responsiblity for developing curricula as to train female teachers in Nowshehra District under EFA programme. For this purpose learning material consisting of twelve modules was developed and organized by Curriculum & Teacher Education N.W.F.P., Abbottabad a source of study and reference. It stresses the social, philosophical, psychologicl, Institutional and Instructional aspect of teacher education in general and in each major content area: language, social studies, mathematics and science. The modules present a descriptive and practical approach to the study of pedagogical skills and its implementation in class-room condition. In the light of objectives of EFA, emphasis has shifted from contents to society, children and learning process. Primary importance is given to the learner and his schooling. Each module contributes to the development of understanding level of the children, organizational patterns of the school, curriculum deliveries and evaluation system. The research importance and principles of school environment are utilized to analyze and synthesize the activities and conditions as make primary education open and for all.

In completion of this gigantic task of national importance I am appreciative of the financial support provided by UNESCO Islambad. Special thanks goes to Mrs. Inge Borg Brienes, Director, UNESCO who was kind enough to extend all possible help and cooperation during all stages of the work. I am grateful to Mr. Arshad Saeed Khan for his encouragement, guidance and assistance which he provided in accomplishment of this large endeavour.

I would like to thank the members of curricula committee who worked dedicatedly in developing subject matter for different modules.

I would also like to express my most heartfelt thanks and appreciation to both Prof. Dr. Muhammad Zafar Iqbal, and Dr. Abdur Rehman for their helpful comments, useful suggestions and contributive criticism.

The piercing gentle attitude manifested by Mueer Ahmad Awan, Subject Specialist during constructing curricula will for ever remain a symbol of academic success for this Directorate.

Umar Farooq

Director

تعارف

موجودہ دور میں پرائمری سکول ہر سوسائٹی میں زندگی کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ جسکی وجہ سے پرائمری سطح پر "تعلیم سب کے لئے" ضروری سمجھی گئی ہے۔ کیونکہ یہ ادارہ ایک تجربہ گاہ کا کام انجام دیتا ہے۔ جہاں پر بچے گوناگوں تجربات سے گزرتے ہیں۔ اور پھر معاشرے میں کہیں جا کر کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ ماہرین کے خیال میں اگر تعلیم معاشرتی عمل ہے تو مدرسہ معاشرتی ادارہ ہے۔ جو کچھ بچے سکول میں پڑھتے ہیں۔ اس کا تعلق صرف مابعد الطبیعیات سے نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسرے ایسے عوامل ہیں جو تعلیمی عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ ایک استاد کی حیثیت سے یہ فرض بن جاتا ہے کہ ان عوامل کا جائزہ لیا جائے۔ کیونکہ پرائمری سکول کے بچے ابھی ناپختہ ذہن ہوتے ہیں۔ انکے دماغ میں جو بات آجاتی ہے وہ ان کی سیرت کا حصہ بن جاتی ہے۔ لہذا ایسے عوامل جن سے تعلیم کی نوع(Kind)، ماہیت(quality) اور کمیت(Quantity) متاثر ہوتی ہے۔ یا یوں کہیے کہ مدرسے میں جس قسم کے افکار و اعمال کے لئے بچوں کی راہنمائی کی جاتی ہے۔ ان تمام کا سرچشمہ ہمارے عقائد، ہماری روایات و رسم و رواج اور بچوں کے نفسیاتی تقاضے ہوتے ہیں اور یہی عوامل نہ صرف کمرہ جماعت کی سرگرمیوں کو متاثر کرتے ہیں۔ بلکہ پورے نظام تعلیم کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ اس لئے ہم مغربی ممالک میں جو تعلیم دیکھ رہے ہیں۔ وہ انکے فلسفے اور روایت کا نتیجہ ہے۔ جو سوشلسٹ ممالک میں تعلیم موجود ہے۔ اس پر وہاں کے نظریات کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اس طرح ہمارا نظام تعلیم اور تعلیمی عمل فلسفہ اسلام اور اسلامی ثقافت کی روشنی میں ہونا ضروری ہے تاکہ ہمارے بچے بھرپور زندگی گزارنے کے اہل ہو سکیں۔ اپنے نظریات کے متعلق جان سکیں اور عمل کر سکیں، اپنے معاشرتی اداروں کے متعلق معلومات اکٹھی کر سکیں اور اس طرح ہمارے اساتذہ کو یہ معلوم ہو۔ کہ بچوں کی تربیت میں ان کی نفسیات کا کیا کردار ہے۔ یہ جملہ باتیں تعلیم کے اساسیات میں شامل ہیں، جن کا جاننا ہمارے اساتذہ کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ تاکہ آنے والے نسلوں کی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی، اور جسمانی تربیت ہو سکے، اور اس کے نتیجے میں نہ وہ صرف اپنے لئے بلکہ باقی ماندہ انسانیت کے لئے ایک اہم کردار ادا کر سکیں۔

مقاصد

اس ماڈیول کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہوں جائیں گے کہ:۔

(۱) تعلیم کے بنیادی فلسفہ کی وضاحت کرسکیں۔

(۲) تعلیم کی نفسیاتی بنیاد کو بیان کرسکیں۔

(۳) تعلیم کے معاشرتی بنیاد کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں۔

(۴) مثالیاتی فلسفہ کے تعلیم پر اثرات کیا ہیں۔انکی تشریح کرسکیں۔

(۵) نتائجیت کے فلسفہ کے تعلیمی افکار کا جائزہ لے سکیں۔

(۶) فلسفہ تعلیم میں حقیقت پسندی کے خیالات کی وضاحت کرسکیں۔

(۷) بصیرت کا سیکھنے میں کیا کردار ہے؟ اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں۔

(۸) بچے کیسے سیکھتے ہیں۔اس عمل کے متعلق آپ گفتگو میں حصہ لے سکیں۔

(۹) بچے کی جسمانی نشوونما کا سیکھنے کے عمل میں کیا کردار ہے اس کردار کی آپ اچھی طرح وضاحت کرسکیں۔

(۱۰) بچوں کی عمر اور سیکھنے کا عمل۔انکے درمیان تعلق پر بات چیت کرسکیں۔

(۱۱) بچے کے مسائل تعلیم پر کس حد تک اثر انداز ہوتے ہیں۔اس کے متعلق آپ رپوٹ تیار کرسکیں۔

(۱۲) تعلم کے مختلف نظریات کو بیان کرسکیں۔

(۱۳) حواس خمسہ کا سیکھنے کے عمل میں جو کردار ہے۔اس کی وضاحت کرسکیں۔

(۱۴) بچوں کی تعلیم میں ثقافت کے کردار پر بحث کرسکیں۔

(۱۵) تعلیم کے حوالے سے مذہب کے کردار کی وضاحت کرسکیں۔

(۱۶) اسلامی فلسفہ تعلیم کی روشنی میں آپ بچوں کی تربیت کرسکیں۔

اساسیات تعلیم

(۱) فلسفیاتی اساس:

ہر قوم کا ایک نظریہ حیات ہوتا ہے۔ تعلیمی عمل کے جتنے بھی اصول مرتب کئے جائیں گے ان تمام کا سرچشمہ کسی قوم کا نظریہ حیات یا نظریات نصب العین اور اقدار ہوں گے۔ تعلیم کا مقصد طلبا کو بھرپور زندگی گذارنے کا اہل بنانا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے تعلیمی عمل بناتے وقت ہمیں اس قوم کے نظریات زندگی سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی جس قوم کے بچوں کیلئے تعلیمی عمل مرتب کیا جائے گا۔

(۲) نفسیاتی اساس:

تعلیم کی نفسیاتی اساس سے مراد وہ علوم اور نظریات ہیں جو متعلم کی فطرت (Nature of the leaner) اور تعلیم کے عمل (process of learining) سے متعلق ہیں وہ علوم اور نظریات تعلیمی ترتیب میں بہت حد تک اثر انداز ہوتے ہیں۔

(۳) معاشرتی اساس:

معاشرتی اساس میں ان تصورات ونظریات سے بحث کی جاتی ہے جو کسی معاشرے کی ثقافت میں واضح طور پر ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نصاب کی معاشرتی اساس میں افراد، معاشرے اور معاشرتی اداروں کے ان تعلقات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے جو ثقافتی رنگ میں موجود ہوتے ہیں اور جن سے انسانی فعالیتیں متاثر ہوتی رہی ہیں۔ اب ان اساسیات پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

فلسفیاتی اساس: فلسفہ کیا ہے؟ کائنات کو سمجھنے کی انسانی کوشش کا نام فلسفہ ہے انسانی فطرت معاشرتی زندگی اور طبعی دنیا کی لامتناہی جذبات اور پیچیدگیوں کو فلسفہ سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ کچھ ایسے بنیادی اصول بنائے جاسکیں جن کی مدد سے انسان کائنات میں اپنا مقام اور ان کے مطابق اپنے لیے زندگی کا ایک لائحہ عمل بنائے اور اس لائحہ عمل میں زندگی کے بنیادی مقاصد اور اعلی اقدار کی بحث بھی شامل ہے۔

فلسفہ اور تعلیم کا کیا تعلق ہے؟ فلسفہ اور تعلیم کا عمل، یا (تعلق) لازم اور ملزوم کا ہے فلسفہ زندگی کے اصول، مقاصد اور اقدار کا تعین کرتا ہے اور تعلیمی عمل کے ذریعے یہ اصول، مقاصد اور اقدار انفرادی اور معاشرتی زندگی کا جزو بنتی ہیں۔ فلسفہ زندگی کی عمارت کا نقشہ ہے اور اس نقشے کے مطابق عمارت کی تعمیر کا کام ہے۔ دوسری طرف تعلیم کے بنیادی اصولوں اور مقاصد کا تعین فلسفہ حیات کا سہارا لیے بغیر ممکن نہیں۔ تعلیم ایک عمل ہے اور فلسفہ اس عمل کی اساس، فلسفہ اور تعلیم دونوں ایک دوسرے میں پیوست اور لازم وملزوم ہیں۔ فلسفہ کا عملی پہلو تعلیم ہے اور تعلیم کے نظریاتی پہلو فلسفہ کی ایک حیثیت مقصد کی ہے تو دوسرے کی طریقہ کار کی ایک کا دوسرے سے جدا رہنا ان کی موت کے مترادف ہے۔

فلسفہ اور تعلیم کا کیا تعلق ہے؟ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے فلسفہ تعلیم کا قلب ہے اور تعلیم کسی ثقافت (Culture) کی روح ہوا کرتی ہے۔ تعلیم کی یہ روح متعین کرنے کیلئے اس ثقافت کے فلسفے کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ نیز تعلیمی عمل کیلئے مواد کے انتخاب اور مقاصد کے تعین میں بھی ہمیں فلسفے کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کسی قوم کے نظام تعلیم کے مقاصد ہمیشہ اس قوم کے فلسفہ حیات یعنی نظریات اور اقدار کی عکاسی کرتے ہیں۔

درج ذیل سطور میں تین اہم فلسفوں پر مختصر بحث کی جائے گی۔ یہ فلسفے وہ ہیں جنہوں نے تعلیم اور تعلیمی عمل کو کسی نہ کسی وقت میں متاثر کیا ہے اور آج تک مسلسل اثر انداز ہو رہے ہیں۔

(ا) مثالیاتی فلسفہ(Idealism) (ب)حقیقت پسندی(Realism) (ج)نتائجیت (Pragmatism)

مثالیاتی فلسفہ : مثالیت کے فلسفے کا بنیادی خیال یہ ہے کہ کائنات کا وجود ایک تصور یا مثال ہے جو کسی ماورائی یا مافوق الفطرت ہستی یا خدا کے ہاں موجود ہے۔مثالیت کا فلسفہ قدیم فلسفہ ہے اسکا اولین پرچار افلاطون تھا۔اس فلسفے کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں مسائل کے حل کے لئے عقل پر مبنی راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اس سے کام لیا جاتا ہے۔اس طرز فکر میں استخراجی طرز طریق کو اپناتے ہوئے تعلیم سے منطقی دلائل کے ذریعے موجودہ زندگی کے مسائل کے حل تلاش کیے جاتے ہیں۔مثالیت پسندوں کا ایمان ہے کہ حق کی جستجو ضروری ہے اور جب انسان حق کو پالے تو اسے مطلق اور قطعی حقیقت سمجھے۔مثالی فلسفہ میں انسانی زندگی کے طبعی پہلوؤں کی نسبت عقلی اور ذہنی پہلوؤں پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

مثالیت تعلیم کا مقصد اس ثقافتی ورثے کو دوسروں تک پہنچانا ہے جس سے حق کی عکاسی ہوتی ہو اور وہ حق مدتوں کی تحقیق کے بعد پایا گیا ہو۔اس فلسفہ کا بنیادی تعلیمی نقطہ یہ ہے کہ طالب علم اپنے استاد کی پیروی کرے اور اسکی ہمسری کی کوشش کرکے اپنے نصب العین کے قریب تر ہو جاتا ہے۔لہذا تعلیمی عمل میں بنیادی اہمیت تصورات کو دی جاتی ہے۔یہ قابل قدر تصورات ماضی سے حاصل کرکے درسی کتابوں میں شامل کر دیے جاتے ہیں۔

تعلیم میں تاریخ، زبان وادب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔تعلیم کیلئے ان اہلکاروں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔جس میں انسان دوستی ہو اور اس مواد کا انتخاب کرتے وقت خاص خیال رکھا جاتا ہے تاکہ بچوں تک ثقافت کا بہترین حصہ پہنچے۔بچے ان شریفانہ خیالات سے متاثر ہو کر اپنے معاشرے کو مثالی بنائیں۔مثالی فلسفہ تعلیم میں شائستگی سکھانے والی سیج تعلیم پر اور حرفی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے۔لیکن اس قسم کی تعلیم کا نصب العین صرف ایک ہے اور وہ زندگی کا شعور حاصل کرکے سے ذہنی سے گزارتا ہے۔

ب ,حقیقت پسندی : حقیقت پسند فلسفہ میں دنیا کو ایک حقیقت سمجھا جاتا ہے۔اس فلسفہ کا بنیادی تصور یہ ہے کہ حقیقی دنیا خیال کنندہ کے خیال کے بغیر ہی موجود ہے حقیقت پسند فلسفہ ہے۔مثالی فلسفہ کی بالکل ضد ہے۔حقیقت پسندوں کا ایمان ہے کہ کائنات ایک حرکتی مادہ ہے۔انکے نزدیک حقیقی دنیا ہی طبعی یا مادی دنیا ہے۔اس کائنات میں مشین کی مانند باقاعدہ حرکت پذیری ہے۔اسکا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اس قسم کے مشاہدہ سے قوانین فطرت ترتیب پاتے ہیں اور وہی حقیقی دنیا ہے جو مشاہدہ کرنے والے ذہن سے قطعی الگ ہے۔حقیقت پسندں کے ہاں ذہن کو خاص ماورائی اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ اسے انسانی جسم کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔جسکے ذمہ ایک خاص کام ہے۔نئے نئے اصول مرتب کرنے کے لیے حقیقت پسند فلسفی استخراجی انداز فکر کے بجائے استقرائی طریقہ سے حقائق معلوم کرتا ہے۔نئے اصول کا سچائی کے تمام تخلیات اور تصورات پر اطلاق کیا جاتا ہے تاکہ ہمارے نظام اقدار کی نئے سرے سے ترتیب و تنظیم ہو سکے۔

حقیقت پسند فلسفے میں تعلیم کا مقصد متعلم کو تمدن یا ثقافت کی طرف راغب کرنا ہے اسکے ساتھ ساتھ اشیا کے قدرتی نظام کو سمجھنے، جس پر اسے کنٹرول حاصل نہیں، اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنے کے قابل بنانا اور اس میں وہ فہم پیدا کرنا ہے۔جو بقیہ زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے۔حقیقت پسند کا ایمان ہے کہ معاشرے اور اسکے تمام اداروں کو قدرتی اصولوں کے عین مطابق کام کرنا چاہیے اور سکول ایک ایسا سماجی ادارہ ہے جس کے ذریعہ ان تمام حقائق کا علم متعلم تک پہنچانا ہے۔متعلم کا کام قوانین فطرت سے آگاہی حاصل کرنا اور مناسب ردعمل کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔معلم کا کام ایسے رہنما کا سا ہوتا ہے جو اسے حقیقی دنیا سے آشنا کرے۔تعلیم میں ایسے انسان کے استعمال کیلئے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ان نظریات کے حامل جب تعلیمی عمل کی تدوین کرتے ہیں تو وہ ان طبعی اور معاشرتی سائنسز کو شامل نصاب کرتے ہیں۔جو مظاہر فطرت یعنی کائنات کی تشریح وتوضیح کرتی ہوں۔زبان وادب کے بجائے ریاضی پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔کیونکہ ریاضی کائنات کی ٹھیک ٹھیک توضیح کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔زیادہ توجہ حقائق کے حصول پر دیجاتی ہے۔کیونکہ حقیقت پسندوں کے خیال میں متعلم کی صحیح علم تک اسوقت رسائی ہوتی ہے جب وہ حقائق کی دنیا میں رچ بس جاتا ہے۔

(ج) **نتائجیت:** نتائجیت وہ نقطہ نظر ہے جس میں حقیقت نام ہے مسلسل تبدیلی کا۔ نتائجیت کے فلسفیوں کے خیال کے مطابق تمام انسانی مسائل کا حل سائنس میں پوشیدہ ہے۔ ان کے نزدیک کسی خیال یا تصور کے حقیقی معنی اسکے عملی نتائج سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی خیال یا تصور عملی لحاظ سے مفید نہیں تو انسانی زندگی سے اسکا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ نتائجیت بے چارگی و زندگی اور عمل کو ہم معنی قرار دیتے ہیں۔ نتائجیت کے فلسفے کو امریکی فلسفہ تعلیم بھی کہا جا سکتا ہے۔ نتائجیت میں علم کے حصول میں مفروضے کو بنیاد قرار دے کر سائنسی طریقے کار سے اسکی تصدیق کیجاتی ہے۔ اس فلسفہ کو اس وقت حق میں سمجھا جاتا ہے جب تک تجربہ اور مشاہدہ اسے حق نہ کہہ دے۔ اعتبار یا یقین صرف اور صرف عمل کے نتائج سے حاصل کیا جاتا ہے۔ محض مفروضات سے حق کو دوام نہیں صرف تغیر کو ہے۔ صرف ان چند مفروضات کو تعلیم کی صورت میں قبول کیا جاتا ہے۔ جو بار بار کے تجربوں سے پایہ ثبوت تک پہنچ چکے ہوں۔ نتائجیت میں تعلیم متعلم کیلئے ایک تجرباتی عمل ہے۔ تجربات کی ترتیب و تعمیر نو کا نام تعلیم ہے۔ تعلیم کا مقصد متعلم کو ان کے مسائل کے حل میں مدد دینا ہے۔ تعلیم زندگی کی تیاری کا نام نہیں بلکہ تعلیم زندگی کا جزو سمجھا جاتا ہے۔ معلم کا کام متعلم کے لیے ایسا ماحول پیدا کرنا ہے جسمیں رہ کر وہ مسائل زندگی کو سمجھنے اور پھر انکا حل تلاش کرے۔ نتائجیت کے تحت تعلیمی نظریے کی بہترین وضاحت جان ڈیوی نے کی ہے۔ یہ تجربے کی اس تعمیر نو یا تنظیم کا نام ہے جس سے تجربے کے معانی میں اضافہ ہوتا ہے اور جسکی بدولت بعد از اں آنے والے تجربات کا رخ متعین کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ نتائجیت کے تحت تعلیمی عمل ایسا کوئی مجموعہ نہیں جسکو از بر کرنا ہر طالب علم کے لیے ضروری ہو۔ اس نظریے کے تحت نظام تعلیم کی تدوین کا محور بچوں کی دلچسپیاں ہوتی ہیں۔ تعلیمی عمل کی عمارت طریق تعلیم پر تعمیر کی جاتی ہے۔ کیونکہ نتائجیت کے علمبرداروں کے نزدیک جب بچہ ایک مسئلہ حل کر لیتا ہے یا اسکی ضرورت کی تشفی ہو جاتی ہے تو مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے اور مستقبل کی ضروریت کو پورا کرنے کا زیادہ اہل ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ مختلف علوم سے ترتیب وار اور منظم مواد حاصل کر کے ایک آلہ کار کے طور پر تعلیم کو استعمال کرتا ہے۔

نفسیاتی اساس: نفسیات کے علم سے تعلیم کی تدوین و ترتیب میں بہت مدد ملتی ہے۔ مختلف درجوں کیلئے مختلف مضامین مقرر کرنے میں جن اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے وہ علم نفسیات سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ نفسیات کے علم کے وقوف اسکے تجربات، مشاہدات اور پیمائشوں کے ذریعے معلمین جان لیتے ہیں کہ مختلف مضامین کی تعلیم و تدریس ہر عمر کے بچوں کی شخصیت پر الگ الگ طریقوں سے اثر انداز ہوتی ہے۔ اس علم سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ مختلف عمر والے بچوں کی ذہنی نشو و نما کس قسم کے خیالات قبول کر سکتی ہے کسی ایک مضمون کی تدریس کو کتنا وقت دینا چاہیے۔ کون سا مضمون ٹائم ٹیبل کے شروع اور کونسا آخر میں رکھا جائے۔ غرض نفسیات ایک ایسا علم ہے جس سے تعلیمی نظام مرتب کرنے کے بنیادی اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

(i) کیا متعلم کی جسمانی نشو نما تعلیم پر اثر انداز ہوتی ہے ؟

علم نفسیات کی ایک شاخ طبعی نفسیات ہے۔ اسکا تعلق انسانی جسم، اسکی ساخت اور اعصاب وغیرہ سے ہوتا ہے اور ان کی جسمانی حالت اور متعلم کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ قد، وضع قطع اور انسانی جسم کی ساخت تعلیم پر بہت حد تک اثر انداز ہوتی ہیں۔ اسی طرح اعصاب جو کہ جسم کی ساخت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں تعلیم سے ضرور متعلق ہوتے ہیں مثلاً تعلیم جسمانی کے نصاب میں اگر ہم سات سال کے بچے کیلئے دس فٹ اونچے باسکٹ بال کی باسکٹ میں بال پھینکنے کی مشق شامل کر دیں تو اسکی جسمانی حالت، قد اور اعصاب کی لچک اسے اتنا سخت کام کرنے کی اجازت نہ دے گی۔ یہ کام اسکی جسمانی قوت استطاعت سے زیادہ ہوگا۔ کیونکہ سات سال کے بچے کی جسمانی حالت اس کام کیلئے ناموزوں ہے۔

(ii) کیا پرائمری سکول کے بچے کی عمر تعلیم پر اثر انداز ہوتی ہے ؟

علم نفسیات کی [illegible] ایک خاص عمر کے بچے ایک خاص حد تک علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لیے تعلیمی عمل کی درجہ بندی متعلمین کی عمر کے [illegible] قاعدہ سکھانا ناموزوں ہے نصاب تدوین کرتے وقت طالب کی عمر کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

(iii) کیا طالب علم کی ذہنی نشو ونما تعلیم پر اثر انداز ہوتی ہے؟

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جس طرح نشوونما کے مختلف درجے ہیں اسی طرح ذہنی نشوونما کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ لہٰذا تعلیمی نصاب میں ایسے تصورات کا شامل کرنا جنکا متعلم سمجھ نہ سکتا ہو اس حقیقت کے خلاف ہوگا۔ تعلیم کے مشمولات ایسے ہوں جو متعلم کی ذہنی استعداد کو نظر میں رکھ کر ... اور ان تصورات کو سمجھ لینے سے کامیابی کا ایک تصور ذہن میں ابھرے۔ جدید تعلیمی تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر صحیح ... پیش کیا جائے تو ایک ... جاتا تھا اب وہی نفس مضمون سادہ اور بامعنی انداز میں طلبہ کو ان کی چھوٹی عمر میں بھی آسانی سے پڑھایا جا سکتا ہے۔ ریاضی اور معاشیات کے مضامین میں اس کے کئی تجربات ہو چکے ہیں۔

(iv) کیا متعلم کے مسائل تعلیم پر اثر انداز ہوتے ہیں؟

سکولوں میں مشاورت اور رہنمائی کے پروگراموں کا اجراء غالباً اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ متعلمین کے مسائل نظام تعلیم پر اثر انداز ہوتے ہیں تجربہ کار اساتذہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ طلبہ کے ذاتی مسائل، گھر کے مسائل، جسمانی مسائل اور کئی قسم کے دیگر مسائل ان کی تعلیم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہٰذا تعلیمی سرگرمیوں کی ترتیب و تنظیم کرتے وقت ان مسائل کو ہمیشہ سامنے رکھنا ہوگا۔ ہمارے معاشرے میں تو سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں کہ طلبہ کے گھریلو مسائل ان کی تعلیم پر نمایاں اثر انداز ہوتے ہیں مثلاً ایک طالب علم مزدور کا بیٹا ہے۔ ان کے گھر کا مسئلہ دو وقت کی روٹی کا میسر آنا ہے۔ یہ طالب علم ایک ایسے طالب علم کے مقابلے میں جسکا باپ کسی کارخانے یا فیکٹری کا مالک ہے اپنے سبق میں بہت کم دلچسپی لے گا۔

(v) کیا متعلم کی دلچسپیاں تعلیم پر اثر انداز ہوتی ہیں؟

یہ بات بھی تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہو چکی ہے کہ طلبہ کی دلچسپیاں متعلم کے موثر یا غیر موثر ہونے میں ایک اہم رول ادا کرتی ہیں۔ طلبہ بعض مشاغل اور سرگرمیوں میں بہ نسبت دیگر مشاغل کے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں چھوٹی عمر کے بچے کھلونوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ جبکہ بڑی عمر کے بچے ان کھلونوں کو توڑ کر یا کھول کر انکی ساخت وغیرہ کا پتہ لگانے میں دلچسپی رکھتے ہیں لہٰذا تعلیم کی ترتیب و تدوین میں طلبہ کی مختلف النوع دلچسپیوں کا خیال رکھنا ماہرین تعلیم کا ایک اہم فریضہ ہے۔

تعلم کے نظریات : تعلیم کی نفسیاتی اساس میں اہم ترین بلکہ مرکزی حیثیت تعلم کے نظریات کو حاصل ہے۔ یہ نظریہ عام طور پر ماہرین نفسیات کے سالوں کے تجربات اور تحقیق کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کوئی نظریہ قائم کرنے کے لیے تحقیق و تجسس کا سائنسی طریقہ اپنانا ہوتا ہے۔ پہلے کوئی مفروضہ قائم کیا جاتا ہے۔ اس مفروضے کو عملی طور پر آزمایا جاتا ہے۔ اس عمل کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس مشاہدے کی روشنی میں اس مفروضے کی تصدیق کی جاتی ہے اور مصدقہ حقیقت ایک نظریہ کہلاتا ہے۔ یہی عمل تعلم کے نظریات قائم کرنے میں دہرایا جاتا ہے۔ ذیل میں تعلیم کے چند مشہور نظریات دیے گئے ہیں:-

(۱) ذہنی انضباط کا نظریہ : مدت دراز سے ماہرین تعلیم اس بات پر متفق چلے آئے ہیں کہ ایک شعبے کا تعلم دوسرے شعبوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ انتقال تجربات کی پہلی تشریح انضباط کے اصول پر رکھی گئی تھی۔ جسکی بنیاد نفسیاتی استعداد پر تھی۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ دماغ کئی حصوں کا مجموعہ ہے اور یہ حصہ ایک خاص عمل کے لئے مخصوص ہے۔ جیسے مناسب ورزش کرنے سے پٹھوں کی طاقت بڑھائی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ان صلاحیتوں کو تمام موقعوں پر استعمال کرنے کیلئے ترقی دی جا سکتی ہے۔ اس نظریے کے تحت تعلیمی عمل کے لئے مضامین کا انتخاب کرتے وقت مضمون کی عملی زندگی میں اہمیت کو پیش نظر رکھنے کے بجائے دیکھا جاتا تھا کہ یہ مضمون دماغ کو کتنا نظم وضبط عطا کرتا ہے۔ اور دماغی ورزش کے کتنے مواقع بہم پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا غیر ملکی زبان تعلیم میں اسلیے شامل کی جاتی ہے کہ اسکا مطالعہ تخیل کی نشونما کرتا ہے۔ حساب اس لئے شامل کیا جاتا ہے کہ اس سے استدلال اور توجہ کی طاقت بڑھتی ہے۔ عام نظریہ تھا کہ تخیل

استدلال اور توجہ دماغ کی بنیادی خصوصیات ہیں اور یہ خصوصیات طالب علم کے کام کی نوعیت کا خیال کئے بغیر اپنا عمل کرتی ہیں۔ضرورت صرف یہ ہے کہ وہی طاقت اور صلاحیت استعمال ہو۔

(۲) مماثل عناصر کانظریہ : ذہنی انضباط کے نظریے کی تردید کرنے والا سب سے پہلا شخص ولیم جیمز تھا۔جس نے اس نظریے کو مشکوک قرار دیا۔اس نے منجھے ہوئے اداکاروں سے مکالمے زبانی یاد کرنے کی صلاحیت کے بارے میں پوچھا۔تاکہ معلوم کر سکے کہ یاد کرنے کی صلاحیت مشق سے بڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں۔ان اداکاروں نے یہ بتایا کہ ڈراموں کے مکالمے یاد کرنے سے انکی قابلیت زندگی میں تمام معلومات کو یاد رکھنے کے بارے میں قطعی طور پر نہیں بڑھتی۔جیمز اور اسکے شاگردوں نے تربیتی مشق سے پہلے اور بعد میں یاد کرنے میں جو وقت لگا اس کا بھی اندازہ کیا۔اور نتائج سے ثابت کیا کہ تربیتی مشق کے باوجود قابلیت میں کوئی ترقی ظاہر نہیں ہوئی اور دونوں حالتوں میں برابر وقت صرف ہوا۔

اسکے بعد کولمبیا یونیورسٹی کے تھاون ڈائیک نے 13500 ہائی سکول کے طلبہ کی ذہانت پر سکول کے مطالعے کے انتقال کے اثرات کا گہرا مطالعہ کیا۔مضامین کی کثرت کیوجہ سے ذہانت میں ترقی بہت معمولی تھی۔وہ طلبہ جنھوں نے لاطینی،جیومٹری،انگریزی یا اور تاریخ کے مضامین پڑھے تھے ان طلبہ کے مقابلے میں جنھوں نے حساب بک کیپنگ اور ہوم کلینک کے مضامین منتخب کئے تھے زیادہ ترقی نہ دکھا سکے۔چنانچہ یہ نظریہ کہ خاص مضامین کے پڑھنے سے دماغی ترقی حاصل ہوتی ہے غلط ثابت ہوا اور ختم ہو گیا۔

تھارن ڈائیک نے کہا کہ ایک ذہنی عمل دوسرے ذہنی عمل سے محض اس نسبت سے بہتر بنا تا ہے جس نسبت سے وہ اسکے ساتھ مماثلت رکھتا ہے۔کیونکہ ان میں مشترک عناصر ہوتے ہیں۔جمع کا قاعدہ سیکھنے سے ضرب کا قاعدہ سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔کیونکہ ضرب کا قاعدہ دراصل وسیع پیمانے پر جمع کا قاعدہ ہے۔جیومیٹری کے مطالعہ سے طالب علم ہر طرح زیادہ معقول ہو جاتا ہے کیونکہ اسمیں ہر چیز کی سچائی کو ثابت کرنا ہوتا ہے اس نظریے کو اس نے مماثل عناصر نظریہ کا نام دیا۔مماثل عناصر کے نظریے نے تعلیمی اصول کے انتخاب میں زیادہ لچک اور آزادی پیدا کر دی۔اب ایسے مضامین بھی شامل نصاب کیے جانے لگے جنکی بنیاد گذشتہ تعلیم پر ہو نیز مضامین اس لئے انہیں پڑھائے جاتے ہیں۔کیونکہ وہ بچوں کی صلاحیت تیز تر کر دیتے ہیں۔بلکہ اسلئے کہ انکا نفس مضمون ہی انکے لئے مفید ہے۔اس نظریے کے تحت معلمین یاد کرنے پر زیادہ زور نہیں دیتے بلکہ ان کا زیادہ تر خیال بچوں کی خاص مہارتوں حقائق اور عادت کی طرف ہوتا ہے۔جنہیں انہیں اپنے مستقبل میں استعمال کرنا ہوتا ہے اس نظریے سے کئی نئے مضامین شامل نصاب ہوئے مثلاً معاشرتی علوم،شہریت،جسمانی تعلیم و تربیت وغیرہ۔

تھاون ڈائیک نے اپنے اس نظریے کی مزید وضاحت کے لئے تین قوانین پیش کیے جنہیں علم کے قوانین کہا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) قانون مشق: اس قانون کے مطابق کسی عکس العمل اور مہیج کے باہمی تعلق کی مسلسل مشق کی جائے اور اس مشق کے دوران باقی حالت بھی مساوی طور پر ساز گار ہوں تو اس تعلق کی قوت اور اثر زیادہ مستحکم ہوگا اور بڑھتا چلا جائے گا مثلاً بولنے،لکھنے،ٹائپ کرنے،سیکھنے اور اسی قسم کے دوسری مہارتوں کے سیکھنے میں جس قدر مشق کی جائے گی مہارتیں زیادہ مستحکم اور انکا اثر زیادہ گہرا ہوتا جائے گا۔یہی وجہ کہ حساب میں قاعدہ سکھانے کے بعد طویل مشقیں دی جاتی ہیں۔کچھ زبانی اور کچھ تحریری ''زبان بولنا'' سکھانے میں گفتگو کے مواقع زیادہ مہیا کیے جاتے ہیں۔غرض یہ کہ کوئی نیا کام سیکھنے کے لیے تکرار اور مشق کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

(ب) قانون آمادگی : کوئی کام اگر مجبوری کی حالت میں یا جبر کے تحت کیا جائے تو وہ مکمل نہیں ہوتا جب تک کام کرنے والے کو آمادہ نہ کیا جائے۔اور اس کام کے کرنے میں دلچسپی نہ لے تو وہ کام کو احسن طریقے سے سرانجام نہیں دے سکے گا۔یہی حال تعلیم کا ہے۔قانون آمادگی کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کے سیکھنے کے لئے آمادہ اور مستعد ہوگا تو شخص اس کام کو جلدی سیکھ لے گا۔اس قانون کے تحت نصابی مضامین کا انتخاب کرتے وقت طلبہ کی

دلچسپی کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔طلبہ کو تمام مضامین پڑھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ان کی فطری میلانات اور دلچسپیوں کو سامنے رکھ کر انہیں مضامین کے انتخاب کا موقع دینا چاہیئے۔جس مضمون کو طلبہ فطری طور پر پڑھنا پسند کریں گے وہ ضرور پڑھیں گے اور جس مضمون سے انھیں لگاؤ نہیں ہوگا وہ اسے پڑھیں گے بھی تو نتیجہ مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

(ج)قانون تاثیر: یہ عام بات ہے کہ اگر کسی کام کے کرنے میں ذہنی تسکین اور راحت کا احساس پیدا ہو تو وہ کام زیادہ بہتر طریقے سے سرانجام پائے گا اور اس کام کا اثر کرنے والے پر زیادہ پختہ ہوگا۔اسکے برعکس اگر کوئی کام ناگواری کا احساس پیدا کرے تو اس کے مؤثر ہونے کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔یہ اصول تعلم پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ایک طالب علم جب کسی سوال کا درست جواب نکال لیتا ہے تو اسے اطمینان اور خوشی حاصل ہوتی ہے اور وہ دوسرے سولات بھی حل کرنا چاہتا ہے۔لیکن اگر ایک دو سوالوں کے جواب غلط ہو جائیں تو وہ بددل ہو کر کوشش ترک کر دیتا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا کہ کامیابی اور ناکامی کا تعلم پر بہت اثر ہے۔لہذا نظریہ مماثل عناصر اور قوانین تعلم کے تحت جو نظام تعلیم مرتب کیا جائے گا اس میں مشق اور تکرار کی زیادہ گنجائش رکھنا ہوگی۔تعلیم میں وہ سرگرمیاں اور فعالیتیں شامل کی جائیں گی جن کے سیکھنے اور انجام دینے کیلئے طالب علم امادہ ہوں گے۔مزید براں ان مضامین کو شامل نظام تعلیم کیا جانے گا جو متعلم کے ذہن میں تسکین اور خوشگوار احساس پیدا کریں گے۔

(۳) کرداریت: اس نظریہ کے حامیوں کے مطابق ہم کسی شخص کے کردار کو سائنسی طریقہ کار کے تحت مطالعہ کر سکتے ہیں جسے کوئی دوسرا مشاہدہ نہ کر سکے۔اس نے اپنے نظریہ کی بنیاد روسی ماہر نفسیات پولو کے اس تجربے پر رکھی جس سے اس نے ثابت کیا تھا کہ تعلم "انعکاس مشروط" کے ذریعہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔انعکاس مشروط کا تجربہ (Pavlov) نے اپنے کتے پر کیا۔بھوکے کتے کو گوشت دکھایا تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔لیکن گوشت دیتے وقت بجلی کی گھنٹی بجاتا۔کئی بار کے عمل کرنے سے معلوم ہوا کہ اب بغیر گوشت کے ہی گھنٹی کی آواز پر کتے کے منہ پانی بھر آیا۔اس اکتسابی عمل کا نام "انعکاس مشروط" رکھا گیا۔انعکاس مشروط میں کوئی خاص حرکت اپنی اصلی سبب سے الگ ہو کر کسی اور سبب سے متعلق ہو جاتی ہے۔جیسے اوپر دی گی مثال میں گھنٹی کی آواز سے منہ میں رال ٹپکنے لگتی ہے۔حالانکہ اس مخصوص جواب کے ساتھ اس گھنٹی کی آواز کا کوئی تعلق نہیں۔اصل مہیج تو گوشت تھا۔لیکن یہ تعلق اس لیے قائم ہو گیا کہ اب یہی گھنٹی اصلی سبب گوشت کا کام دے رہی ہے۔لہذا تعلیم کی بنیاد ایسی نظریہ پر رکھی اور اس میں کمک تلازم اور عادات کی پختگی پر زیادہ زور دیا یعنی سیکھنے والا اپنی گزشتہ کامیابی یا کسی اور وجہ سے جتنا متاثر ہو گیا اتنا بہتر طریقہ سے سیکھے گا۔اور تعلم اتنا ہی پختہ ہوگا جتنی اس میں تکرار ہوگی۔لہذا اس نظریہ کے تحت نصاب تعلیم مماثل عناصر کے نظریے سے مختلف نہیں ہوتا۔مشق اور تکرار اس نظریہ میں بنیادی عنصر ہے۔اس طرح تاثیر کا قانون بھی اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

(۴) تعلم بذریعه بصیرت: تعلم کی ایسی قسم ہے جس میں متعلم اندھا دھند کام کرنے یا مشق کرنے کے بجائے تعلم کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔وہ اپنے خیال میں فرضی تصویریں بنا کر کسی مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ معلوم کرتا ہے۔اس طریق تعلم کو "گسٹالٹ کا نظریہ" بھی کہتے ہیں۔اس نظریہ کے تحت تعلم میں ہم تجزیہ کیے بغیر صورت حالات کو مجموعی طور پر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔اور پھر ذہنی مفروضوں کی مدد سے مسئلے کے حل تک پہنچ جاتے ہیں۔چونکہ اس میں غور و فکر کا پورا پورا عمل دخل ہوتا ہے۔اس لیے اسے تعلم بذریعہ بصیرت کا نظریہ کہا جاتا ہے۔گسٹالٹ جرمن زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ایک خاص نمونہ۔لہذا اس نظریہ کے ماہر کہتے ہیں کہ بچہ بہت سی چیزیں ایک ہی لمحہ میں سیکھ سکتا ہے۔بشرطیکہ اسے گسٹالٹ یا اس مجموعی نمونہ میں بصیرت حاصل ہو جائے۔مثلاً جب طالب علم کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ضرب کا عمل حقیقت میں کیا ہے۔تو اس کے لئے پہاڑوں کا سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں رہتا۔وہ پہاڑے رٹنے کی بجائے ضرب سے کام چلا لیتا ہے۔پہاڑوں کی مشق یا تکرار کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب وہ ضرب کے اصول کو نہیں سمجھ پاتا۔اس نظریہ کے تحت نصاب ایسا بنانا چاہئے جس میں متعلمین کو افعال واعمال اور ان کے باہمی رشتوں کو دریافت کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آ سکیں یعنی الف سے ترتیب حقائق

کونصاب کا حصہ بنانے کے بجائے تعلیمات اور تمام اصولوں پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔اس نظریہ کے مطابق تصور اور شناخت کی ترتیب نے رواج پایا اور نفس مضمون کو تصورات، مسائل اور حقائق کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔

بچوں کے ارتقائی اشتغال: ارتقائی شغل کیا ہے؟ تعلیم میں ایک نظریہ ہے کہ بچے کو جتنا آزاد رکھیں گے اتنا ہی وہ بہتر طور پر پھلے پھولے گا۔ اسکے برعکس دوسرا نظریہ یہ ہے کہ بچے کو معاشرے کا ذمہ دار رکن بنانے کیلئے اس پر معاشرتی پابندیاں ضروری ہیں۔ارتقائی شغل دونوں نظریوں کا درمیانی راستہ ہے۔اسکا مطلب ہے کہ بچہ اتنا آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ بے لگام ہو جائے اور نہ ہی معاشرہ اس پر اتنی پابندیاں عائد کرے کہ وہ باغی ہو جائے۔لہذا ارتقائی شغل فرد اور معاشرے دونوں کی ضروریات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ارتقائی شغل کا تصور بڑا عام فہم ہے۔ ہر بچے کو اپنی نشوونما کے لحاظ سے کچھ کام ضرور سیکھے ہوئے ہیں۔مثلاً بچپن میں خوراک، پوشاک اور ماحول کی ضروریات کو پورا کرنا یہ سب کچھ اسے اپنے فطری رجحانات اور معاشرتی تقاضوں کے تحت کرنا پڑتا ہے۔اور یہ اشغال کردار کا جزو بن جاتی ہیں۔ ہاں یوں کہیے کہ یہ اشغال بچے کی ذاتی اور سماجی ضروریات کا آئینہ دار ہوتی ہیں۔ ان کا پیدا ہونا از بس ضروری ہوتا ہے۔ یہ اشغال حقیقت میں وہ مسائل ہیں۔جو طلبہ کی نشوونما' ذاتی بہبود اور انفرادی ہم آہنگی کے متعلق ہوتے ہیں۔لہذا انہیں حیاتیاتی 'طبعی' نفسیاتی اور معاشرتی پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم سے مربوط کیا جاتا ہے۔نظام تعلیم میں ارتقائی اشغال کو شامل کرنے کے تین فائدے ہیں:

اولاً یہ کہ ان سے تعلیم کے مقاصد کے تعین میں مدد ملتی ہے۔

ثانیاً یہ پتہ چلتا ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے کس قسم کی سرگرمیاں تعلیم عمل میں شامل کی جائیں۔

ثالثاً جملہ سرگرمیاں طلبہ کی عمر کے کس درجے پر ان کے سامنے پیش کی جائیں۔مختصر یہ کہ ارتقائی اشغال سے ہمیں مقاصد کا یقین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اور ان مقاصد کو سامنے رکھ کر تعلیمی عمل کی تدوین کرتے ہیں پھر یہ فیصلہ کرنے میں کہ نظام تعلیم کا کونسا حصہ طالب علموں کو عمر کے کس حصے میں پڑھایا جائے۔ارتقائی اشغال کا تعلق طلبہ کی جسمانی پختگی' تہذیب وتمدن اور ان کی خواہشات اور توقعات سے ہوتا ہے۔لہذا نظام تعلیم کی تدوین کروقت ان اشغال کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔اب آئے دیکھیں کہ مختلف درجوں کے طلبہ یا نوجوانوں کی وہ کون کونسے تقاضے دلچسپیاں اور سرگرمیاں ہیں جو تعلیم کی اساس کا کام دیتی ہیں:

نمبر 1 خود نمائی:

طالب علموں میں خود نمائی' اثبات ذات اور ذاتی وقار کا تقاضا خاص اہمیت کا حاصل ہے۔طالب علم ایسے وقار کو قائم رکھنے کے آرزومند ہوتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ وہ بچپن کے کام چھوڑ کر بڑوں جیسے کام کریں اور وہ نہ صرف اپنے گھر کے لوگوں میں اپنے آپ نمایاں کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ معاشرے میں اپنے دوست یا احباب میں بھی اپنی رائے کا اظہار کر کے اپنے وقار کو بلند کرنا چاہتے ہیں۔

نمبر 2 آزادی کا تقاضا:

طلبہ میں آزادی کا تقاضا بڑھتا جاتا ہے۔وہ گھر اور مدرسے کی مختلف پابندیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لہذا ضروری ہے کہ عمر کے اس حصے میں انہیں ذمہ دار سمجھا جائے اور انہیں مختلف ذمہ داریاں سونپی جائیں۔مختلف مضامین کے ذریعے آزادی کے تقاضوں کی اہمیت بتائی جائے اور ان کو ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے۔تعلیمی عمل میں ایسی سرگرمیاں رکھی جائیں جس سے ان میں خود اعتمادی کا جذبہ اور آزادی کا احساس پیدا ہو۔

نمبر 3: فلسفہ حیات کا نظریہ:

طلبہ زندگی کے اہم مسائل کی طرف متوجہ ہونا شروع ہوتے ہیں۔ان مسائل کا حل تلاش کرنے میں ان کے ذہنوں میں کئی سوالات ابھرتے ہیں۔

جسکا مرکزی خیال زندگی کا مقصد سمجھنا ہوتا ہے۔لہذا تصور اور احساس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم اپنے فلسفہ حیات یعنی اسلام اسلامی جمہوری اقدار کو تعلیمی عمل میں نمایاں مقام دینا چاہیے۔

نمبر 4: **مختلف دلچسپیاں** : اس عمر میں بچوں کی دلچسپیاں اور سرگرمیاں مختلف النوع ہوتی ہیں۔طلبہ کی دلچسپیوں کا ان کے خاندانی حالات اور ماحول سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔مثلاً مزدور والدین کے بچوں کے مشاغل امیر والدین کے بچوں کے مشاغل سے مختلف ہونگے۔شہری اور دیہاتی طلبہ کی دلچسپیاں مختلف ہوں گی۔لہذا تعلیمی عمل سازی میں یہ اختلافات پیش نظر رہنا چاہیں تاکہ ہر نوع کے طلبہ کی ضروریات پوری ہوسکیں۔ہمارے ملک میں طالب علموں کی دلچسپیوں پر کوئی تحقیق نہیں ہوتی۔البتہ ترقی یافتہ ممالک میں مختلف تحقیقات کے ذریعے طالب علموں کی دلچسپیوں کی فہرستیں مرتب کی جاتی ہیں۔ان تحقیقات کے مشترکہ نتائج درج ذیل ہیں:۔

نمبر 1 عمر کے اضافے کے ساتھ بچوں کے کھیل زیادہ منظم ہوتے جاتے ہیں۔

نمبر 2 لڑکوں کی دلچسپیاں زیادہ تر ٹیکنیکل اور فنی قسم کی ہوتی ہیں اسکے برعکس لڑکیاں زیادہ تر گھریلو کاموں میں دلچسپیاں لیتی ہیں۔

نمبر 3 لڑکے سائنس اور ریاضی میں دلچسپی لیتے ہیں اور لڑکیاں زبان دانی اور معاشرتی علوم پڑھنا پسند کرتی ہیں۔

معاشرتی اساس: تعلیمی عمل کے معاشرتی اساس سے مراد اپنی ثقافت کا مطالعہ ہے۔ان میں وہ تمام ادارے اور قوتیں جن سے ثقافت بنتی ہے شامل ہیں۔ان قوتوں اور اداروں کا سکول کے پروگرام یا نصاب پر جو اثر پڑتا ہے وہی تعلیمی عمل کی معاشرتی اساس کہلاتا ہے۔

تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے۔اور تعلیم اس عمل کا آلہ کار۔تعلیم چونکہ تعلیمی مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے لہذا اسکا معاشرتی عناصر سے متاثر ہونا لازمی ہے۔ہر معاشرے کا ایک کلچر ہوتا ہے۔تعلیم اس کلچر کی اہم ضروریات اور اسکے فلسفے کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

ثقافت انسان کی عمومی زندگی کا مجموعہ ہے۔اس کے خیالات ونظریات،رسم ورواج دین،زبان وادب،فنون لطیفہ،فن تعمیر،زراعت،صنعت وحرفت اور اسکی سماجی اور اخلاقی زندگی حتی کہ اسکی ہست وبود اور اسکے انفرادی اجتماعی روابط یہ سب اسکی ثقافتی زندگی کے مختلف مظاہر ہیں۔جو معاشرہ متحرک اقدار کا حامل ہے وہ اپنی ثقافت کو مجموعی طور پر فروغ دیتا ہے۔لیکن جو معاشرہ ان اقدار سے عاری ہے اسکی ثقافتی زندگی نذر ہوجاتی ہے یا اسکا فروغ غیر متوازن ہوجاتا ہے۔اس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاشرہ کا وجود ثقافت کا مرہون منت ہے اور ثقافت معاشرے کی۔ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ممکن نہیں۔ہر فرد کی زندگی پر دونوں کی چھاپ ہے۔

ثقافت کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔عمومیات: ثقافت کے بعض عناصر عمومی اور آفاقی ہوتے ہیں۔انکی ہر شخص کو یکساں ضرورت ہوتی ہے مثلاً خوراک لباس وغیرہ۔

ب۔تخصصات: ثقافت کے بعض دوسرے عناصر میں صرف خاص لوگ حصہ لیتے ہیں ضروری نہیں کہ معاشرے کے ہر فرد کا علم وادراک یکساں ہوسکتا ہے کہ ایک شخص طبیب ہو اور دوسرا علم ہندسہ کا ماہر لسانیات ہو اور دوسرا ماہر عمرانیات ہو فنی مہارتیں پیشہ وارانہ علوم وفنون تمام اس زمرے میں آتے ہیں۔

ج۔متبادلات : معاشرے کے بعض اور عناصر ان دونوں کی تعریف میں نہیں آتے۔یہ متبادل عناصر کہلاتے ہیں مثلاً نیا انداز فکر،نیا طریقہ تدریس یہ چیزیں انفرادی عملی تخلیق سے بروئے کار آتی ہیں یا کسی بیرونی ثقافت کے تعاملی اثرات کے تحت عمل میں آتی ہے۔تعلیم اصل میں معاشرے اور کلچر کی خادم ہوا کرتی ہے۔لہذا نظام تعلیم ہر معاشرے کی نوعیت کے اعتبار سے اور نصاب کی تدوین کے متعلقہ معاشرے کی ضروریات قدروں اور معیاروں کو سامنے رکھنا پڑے گا۔مثلاً خاندانی منصوبہ بندی کو نظام تعلیم کا جزو بنایا جاتا رہا ہے لیکن ہم معاشرتی ماحول میں اس بات کا تنقیدی جائزہ لیں تو اسے شامل نظام کرنا ہرگز مناسب معلوم نہیں ہوتا۔معاشرتی اقدار کے علاوہ مقامی معاشرتی حالات وضرورت نصاب سازی پر اثر انداز ہوں گی۔

شہر اور دیہات کے معاشرے الگ تھلگ ہیں۔ شہروں کا معاشرہ عام طور پر صنعتی معاشرہ کہلاتا ہے۔ جبکہ دیہات زرعی معاشروں کے علمبردار کی ضرویات الگ الگ ہیں۔ لہذا دونوں معاشروں کیلیے نظام تعلیم بھی الگ الگ ہونا چاہیے۔ زرعی معاشرے میں ٹوکریاں بنانا، رومال تیار کرنا اور اسی قسم کی گھریلوں دستکاریوں کو شامل کرنا۔ اس معاشرے کی ضرویات کے عین مطابق ہے۔ جبکہ صنعتی معاشرے میں بجلی، دھات، لکڑی، چمڑا رنگنے، ڈھلائی اور ویلڈنگ وغیرہ کے کام نظام تعلیم کے اجزا ہوں گے۔ نصاب تعلیم کے ہر دور کے تقاضوں کا حامل ہوتا ہے اور مستقبل کی تعمیر کی نشاندہی کرتا ہے۔ لہذا تعلیمی عمل کی تدوین میں نئے رجحانات اور جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ نئی تعلیمی پالیسی میں ٹکینکل اور زرعی تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔

Argo-Technical معاشرہ قائم کرنے پر زور دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ بدلتے ہوئے حالات میں یہ قوم کی اہم ضرورت ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کی تدریس کب اور کن حالات میں موضوع ہے۔ کیا یہ ضروی ہے کہ گوادر کا ایک طالب علم جس کے باپ دادا مچھلیاں پکڑنے کا دھندا کر کے اپنا پیٹ پالتے چلے آئے ہیں اور ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شائد وہ بھی اپنے باپ دادا کا اپنا پیشہ اختیار کرے گا۔ ہل چلانے، بیجوں کی حفاظت کرنے اور فصلوں کو کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رکھنے کا فن سیکھے یا وہ ماہی گیری کے جدید طریقے اپنائے اور مچھلیوں کو زیادہ دیر تک محفوظ رہنے کا فن سیکھے۔ زراعت کا تعلیم حاصل کرنا لازمی ہے۔ ان سوالوں کے جواب کیلیے بڑے غور و فکر کی ضروت ہوتی ہے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ کس کیلئے کیا موزوں اور بہتر ہے۔ ہمارے قومی مقاصد کیا ہیں؟ ہمارے علاقائی ضروریات کیا کیا ہیں؟ اور ہمارے ہاں روزگار کے وسائل کونسے ہیں؟ صنعت و حرفت کی ترقی اگرچہ انسان کی بنیادی اقدار پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن اسکی انفرادی زندگی کا ڈھنگ ضرور بدلتی ہے۔ اور پھر یہی انفرادی طرز زندگی معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ صنعتی ترقی کی وجہ سے لوگ دیہاتوں کو چھوڑ کر شہروں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ اسلئے کہ شہر میں روزگار کے موقع بہت زیادہ ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا معاشرتی انقلاب ہے۔ ثقافتی لحاظ سے ہمیں اس تغیر کا معاشرتی واقتصادی اور تعلیمی نقطہ نگاہ سے جائزہ لینا ہوگا۔ نصاب کو اسطرح ترتیب دینا ہوگا کہ وہ نئے عمرانی تقاضوں کو پورا کر سکے اس احساس کیوجہ سے تعلیم بھی کئی طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ کئی قسم کے سکول موجود ہیں۔ مثلاً پبلک سکول پائلٹ سکول اور جونیئر ماڈل سکول وغیرہ۔ ان میں پہلے پبلک اور یورپین ٹائپ سکولوں میں اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ ان میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے وہ باہر سے درآمد کیا جاتا ہے۔ لہذا اس نصاب میں ہماری قومی، ملی اور معاشرتی اقدار کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ ہمیں قومی نقطہ نگاہ سے ان سکولوں کا تنقیدی جائزہ لینا چاہیے۔ اور انہیں قومی اور ملکی امنگوں کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ معاشرہ خواہ مشرق کا ہو یا مغرب کا، انگلستان کا ہو یا چین کا، یا پاکستان کا افراد کیلیے ان معاشرتی فعالیتوں میں مہارت حاصل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ لہذا نظام تعلیم میں جن فعالیتوں کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

1 **ابلاغ کی مہارت :** معاشرے کا انحصار باہمی ارتباط اور ایک دوسرے کے تجربات کے سمجھنے اور ان میں شرکت کرنے پر ہے۔ یہ ارتباط اور شرف ابلاغ کے بغیر ناممکن ہے۔ لہذا تعلیم میں پڑھائی، سکھائی، گفتگو اور ساعت کی نشونما اور مشق پر زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔

2 **ثقافتی شعور:** کوئی معاشرہ ثقافت سے الگ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لہذا افراد کو اپنی ثقافت سے آگاہ کرنے کیلیے ضروری ہے کہ اسے نصاب کا جزو بنایا جائے۔

3 **معاشی مطابقت :** ہر فرد کی معاشی ضروریات ہوتی ہیں۔ خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات اسکی زندگی کی اہم ضروریات ہیں۔ لہذا نظام تعلیم میں اس بات کا پورا پورا اہتمام ہونا چاہیے۔

4 **معاشرتی مطابقت :**

معاشرہ نام ہے مل جل کر رہنے کا۔ مل جل کر رہنا بھی ایک فن یا مہارت ہے۔ لہذا نظامِ تعلیم میں وہ بنیادی چیزیں شامل کی جائیں جن سے معاشرتی

تعاون اور مطابقت بڑھے اور معاشرتی زندگی بہتر طور پر گزارنے کے قابل ہو جائیں۔

5 مشاھداتی سرگرمیاں:

مثلاً تعلیمی تفریحی پروگرام، عملی مطالعہ، سٹور، فیکٹریاں، بازاروں اور ساز و سامان کے دوکانوں اور لائبریریوں اور عجائب خانوں کا سیر۔

6 تحقیقی سرگرمیاں:

مثلاً بزرگوں کے ذریعے اپنے معاشرے کے ماضی کا مطالعہ پرانے ریکارڈ کی فہرست مرتب کرنا اور تحقیق پر مبنی کتابوں کا مطالعہ۔

7 تعمیراتی سرگرمیاں:

مثلاً رہائشی مکانوں، سٹور عدالتوں، ڈاکخانوں کی پیغام بہم رسانی کے منصوبوں اور بجلی پیدا کرنے کا مشاہدہ و مطالعہ

8 اظھار وتحسین:

اسمیں محدود فعالتیں شامل ہیں۔ فنی مہارتوں کیساتھ ساتھ تمام علوم وفنون کا مطالعہ شامل ہے۔

9 فنی مہارتیں :

ایسی مہارتیں مثلاً حساب، املانویسی وغیرہ دستی مہارتیں ہیں۔ مثلاً خوشنویسی، ٹائپنگ وغیرہ۔ معاشرتی مہارتیں مثلاً جماعتی تنظیم اور امداد باہمی کی انجمنوں میں شرکت وغیرہ۔

10 مباحثہ :۔ یعنی تبادلہ خیالات اور تعاون باہمی قابلیت۔

11 اجتماع و خطابت :

اسکا مقصد سکول کو ایک معاشری وحدت کی شکل دینا ہے اور اسمیں عام معاشرے کے تنقیدی جائزہ کے مواقع بہم پہنچائے جائیں۔

تعلیم میں مذہبی بنیاد کی اہمیت

ہمارے نظریہ حیات کے تحت تعلیم اور مذہب میں بہت گہرا تعلق ہے۔ دونوں کے مقاصد میں انسانی فلاح و بہبود اور نیکی وصداقت کی پیروی شامل ہے۔ دونوں کو ایک ہی شریعت کے تحت عمل کرنا ہے۔ دونوں قرآن و حدیث کی روشنی میں آگے بڑھتے ہیں۔ دونوں ہمیں دنیاوی اور دینی عظمت و آسودگی کی ضمانت دیتے ہیں۔ دونوں ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔ غرض کہ دونوں ہمیں خوشنودی رب سے ہمکنار کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں پاکستان کے نظام تعلیم میں اسلامی طرز اور مذہبی قدروں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے معاشرتی نظام خصوصاً تعلیمی نظام میں مذہبی بنیادوں کی بڑی اہمیت ہے۔ ہمارا دین، اسلام، اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ جو ہماری تمدنی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے۔ اور ہمارے تمام شعبہ حیات میں مشعل راہ ہے۔

پاکستان کے نظام تعلیم میں مذہب اور اسلامی طرز حیات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے لئے وہی تعلیم فلاح و بہبود کی ضامن ہوگی جس پر دین اسلام کی مہر ثبت ہوگی۔ بالفاظ دیگر جس میں اسلامی اقدار کو شامل کیا گیا ہو۔ جس سے ہمارے بچوں میں ایک بہتر اور سچے مسلم کے اوصاف پیدا ہوتے ہوں۔ جس کے نتیجے میں ایک مسلم معاشرے کی تخلیق ہوتی ہو۔ اگر ہم تعلیم میں اسلامی طرز حیات اور مذہبی بنیاد کو شامل نہیں کرتے تو گویا اپنے فلسفۂ حیات کو حقیر کرنا ہے۔ اپنے ہی ملک کی بنیادوں کو کمزور کرنا ہے۔ کیونکہ ہم نے پاکستان کو مذہب کی بنیاد پر حاصل کیا ہے اور دو قومی نظریہ کو اسلامی طرز حیات سے تقویت دی ہے۔ اگر اسلامی طرز حیات اور مذہبی بنیاد کو فراموش کرنا ہے تو دو قومی نظریہ کی نفی ہوگی۔ اس طرح پاکستان کی اساس کو بالفاظ دیگر ''نظریہ پاکستان'' کو نقصان پہنچانا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ ماضی میں ہمارے بعض سیاسی رہنماؤں نے مذہبی بنیاد اور اسلامی طرز حیات کو خلوص دل سے نہیں اپنایا اور نہ اس کے فروغ میں کوئی بہتری کی کوشش کی۔ بلکہ اسلامی اقدار کو فراموش کرکے دوسروں کا حق غصب کیا۔ جس کے نتیجے میں ہم اپنے آدھے ملک سے محروم ہوگئے اور ہمارے مسلم بھائیوں نے ہم سے علیحدگی اختیار کرلی۔ ایک الگ مملکت بنگلہ دیش نام کی بنالی۔ اگر ہم اول روز سے ہی اسلامی طرز حیات کو اپناتے اور اپنے نظام معاشرت کی بنیاد مذہب پر رکھتے تو ہم اپنے آدھے ملک سے محروم نہ ہوتے۔ کیونکہ ہمارا دین اسلام حق و انصاف، اور باہمی تعاون و محبت اور مساوات کا درس دیتا ہے۔ جسکی پیروی اگر خلوص دل اور نیک نیتی سے کی جائے تو کبھی بھی کوئی تنازعہ پیدا نہیں ہوتا اور سب مل جل کر ساتھ رہتے۔ اب کسی صورت میں اسلامی طرز حیات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ عملی طور پر اس کو اپنایا جائے۔

بعض افراد کا کہنا ہے کہ تعلیم میں مذہبی قدروں کو شامل نہ کیا جائے اور مذہبی بنیاد پر نظام تعلیم مرتب نہ کیا جائے۔ کیونکہ تعلیمی ادارے معاشرتی ادارے ہیں۔ سکول و کالج چھوٹی سوسائٹیاں ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ ایک اجتماعی معاشرہ ہیں۔ جہاں مختلف طرز فکر اور عقیدے کے بچے جمع ہوتے ہیں۔ جو اپنے نقطۂ نظر سے مذہبی قدروں کو اپناتے ہیں۔ ایسی صورت میں اختلاف رائے کی گنجائش ہوتی ہے۔ بحث و مباحثہ کی راہ نکلتی ہے۔ پھر بات بڑھتے بڑھتے تعلیمی ماحول پر ناگوار اثرات مرتب کرسکتی ہے۔ لہذا تعلیمی ماحول کو تعصب کے جراثیم سے بچانے کے لیے اور تعلیم میں یکسانیت اور وحدت کی خاطر مذہب کو تعلیم سے دور رکھا جائے۔ ایسے افراد کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ہماری اسلامی قدریں رواداری، پیار و محبت کا درس دیتی ہیں۔ تنگ نظری کے بجائے وسعت نظری اور کشادہ دلی کی تلقین کرتی ہیں۔ عدل و انصاف اور مساوات کی حمایت کرتی ہیں۔ تنگ نظری اور تعصب کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام عالمی اخوت کی ہدایت کرتا ہے۔ ہمارے رسول اکرم ﷺ کا آخری خطبہ عالمی منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہماری اسلامی قدریں ہماری سیرت و کردار کی ایسی تعمیر کرسکتی ہیں اور ہمیں ایسے

نصب العین سے ہمکنار کرسکتی ہیں جو ہمیں دنیا وآخرت میں کامیاب رکھیں گی۔مذہبی وابستگی سے ہمارے طلباء میں معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو اپنانے کا احساس پیدا ہوگا۔ دوسرں کے جذبات وعقائد کا خیال رکھنے کی تربیت ہوگی۔ان میں رواداری،ہمدردی وتعاون اور اخوت ومحبت جیسے اوصاف پیدا ہوں گے۔

ہمارے ملک میں اسلامی طرز حیات اور مذہبی بنیاد پر تعلیمی نظام مرتب کرنے کی شدید ضرورت ہے۔کیونکہ تعلیم ہی ایک ایسا وسیلہ ہے جو آنے والی نسل کو اپنا قومی اور ثقافتی ورثہ منتقل کرتی ہیں اور اپنی عزیز قدروں کو فروغ دیتی ہیں۔تعلیم ہی کے ذریعہ سے ہم اپنے طلباء میں قومی ورثے کے تحفظ اور اس پر عمل پیرا رہنے کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔تعلیم میں اسلامی طرز حیات اور مذہبی قدروں کو شامل کرنا چاہیئے۔اگر تعلیم کا رشتہ مذہبی اور اسلامی طرز حیات سے نہ جوڑا گیا تو ہمارے نظریہ پاکستان کی بنیاد مستحکم نہ ہوسکے گی۔اور ہماری قومی تہذیب کو فروغ حاصل نہ ہوگا۔ہم مادی ترقی تو حاصل کرلیں گے لیکن روحانی عظمت اور آسودگی سے محروم رہیں گے۔اگر دنیا اور آخرت دونوں کو سنوارنا ہے تو ہمیں تعلیم میں مذہبی بنیادوں کو شامل کرنا چاہیئے۔ہم اسلامی طرز حیات اختیار کرنے سے ہی اپنے بچوں کا مستقبل بہتر بناسکتے ہیں اور ان میں ایک سچے مسلمان کے اوصاف پیدا کرسکتے ہیں۔

اسلامی فلسفہ تعلیم کی اہمیت۔

یوں تو تعلیم میں اسلامی نظریہ حیات کو بطور تعلیمی مقصد بڑی اہمیت حاصل ہے اور تعلیم میں اس کی بڑی افادیت ہے۔تعلیمی نقطہ نگاہ سے اسلامی فلسفہ تعلیم کی اور بھی افادیت ہے۔ہمارے طلبہ تعلیم کے میدان میں اسلامی فلسفہ تعلیم سے متعدد ایسی باتیں سیکھتے ہیں اور اپنے کردار وسیرت کی تعمیر کرتے ہیں جو ان کو ایک مسلم معاشرے میں ممتاز مقام دیتی ہیں۔اسلامی فلسفہ تعلیم سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کے تحت تعلیم میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ذیل میں ان کی اہمیت وافادیت کا ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱) خوشنودی رب حاصل ہوتی ہے۔

تعلیم میں اسلامی فلسفہ حیات کی تعلیم سے طلبہ میں اسلامی تعلیمات کی پیروی کا شوق فروغ پاتا ہے۔وہ نیک کاموں کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ خوشنودی رب کا حصول ہے۔اسلامی نظریہ حیات کی پیروی کا مقصد خاص یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔اللہ کی خوشنودی بغیر عمل صالح کے ناممکن ہے۔اسلامی نظریہ حیات فرد کو عمل صالح کی ترغیب دیتا ہے۔جس کے نتیجے میں اسے خوشنودی رب کے حصول کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

(۲) اخلاق وکردار کی تعمیر ہوتی ہے :

اسلامی فلسفہ تعلیم سے ہمارے بچوں میں اخلاق وکردار کی اچھی باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ان کی شخصیت فروغ پاتی ہے۔ان میں رواداری،اتحاد،تعاون، ایثار وقربانی اور اخوت ومساوات جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔وہ منفی باتوں سے اجتناب برتتے ہیں۔مثبت قدروں کی طرف راغب رہتے ہیں۔فرد کی انفرادیت فروغ پاتی ہے۔

(۳) معاشرتی ثقافتی قدریں جلا پاتی ہیں :

تعلیم میں اسلامی فلسفہ تعلیم کے مقصد سے ہماری عزیز معاشرتی اور تمدنی قدریں جلا پاتی ہیں بچوں میں اسلامی روح پیدا ہوتی ہے۔معاشرہ اجتماعی احساسات اور مشترکہ مفاد کا حامل ہوتا ہے۔معاشرتی انصاف،مساوات اور حریت وآزادی کے جذبات فروغ پائیں گے۔تعلیم ایک ذریعہ ہے۔جس سے قوموں کے تجربات اور تمدنی اقدار ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی ہیں۔اسلامی نظریہ حیات سے ہمارے بچے اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقف ہوں گے۔ان کو اپنی ثقافتی اور تمدنی قدروں کا علم ہوگا۔وہ ان کے تحفظ کے لئے کوشاں ہوں گے۔اور اسلامی اقدار کے تحفظ وفروغ کے لیے دل وجان سے کوشاں رہیں گے۔

(٤) تحقیقی رحجان فروغ پائیے گا :

اسلامی فلسفہ تعلیم سے ہمارے بچوں میں تحقیقی رجحان فروغ پائے گا۔ وہ قدرت کی چیزوں کا مطالعہ سائنٹیفک انداز میں کریں گے۔ قدرت کی حسین رعنائیوں کے مطالعے اور مشاہدے سے ان کے نہ صرف لطیف احساسات فروغ پائیں گے بلکہ قدرت کے راز ہائے سربستہ کو معلوم کرنے کا جذبہ فروغ پائے گا وہ قدرت کی نشانیوں سے سبق حاصل کریں گے۔ دنیا کی چیزوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے عقل وادراک سے کام لیں گے۔ چاند، سورج، پہاڑ، دریا ،آبشار وغیرہ یہ سب قدرت کی نشانیاں ہیں اور تعلیم کیلئے ذخیرہ ہیں۔

(٥) عالمگیر اوصاف کی تشکیل ہو گی :

اسلامی فلسفہ تعلیم سے ہمارے بچوں میں عالمگیر جذبہ اخوت وسعت نظر، رواداری، کشادہ دلی اور اجتماعی احساسات فروغ پائیں گے۔ محدود وطن پرستی کا رحجان ختم ہوگا۔ رنگ ونسل، ذات پات، علاقائی اور صوبائی تعصب مٹ جائیں گے۔ اس کی جگہ آفاقی واجتماعی احساس فرغ پائے گا ساری دنیا کو ایک معاشرہ تصور کیا جائیگا۔ ااور انسانیت کا بول بالا ہوگا۔ ایسے عالمگیر اوصاف کی تشکیل ہوگی جس سے سارا معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

(٦) عقائد میں پختگی پیدا ہوگی :

تعلیم میں اسلامی فلسفہ کے مقصد سے ہمارے بچوں میں توحید ورسالت، فرشتے، الہامی کتب روز قیامت کے عقائد میں پختگی ہوگی۔ وہ عبادات کی طرف راغب ہوں گے۔ اصول دین کے ساتھ ساتھ فروغ دین کی ادائیگی میں خلوص دل سے عمل پیرا ہوں گے۔ وہ نماز، روزہ حج وزکوۃ کی ادائیگی میں جوش وخروش سے حصہ لیں گے۔ وہ حقوق اللہ وحقوق النفس کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی ادا کریں گے اور اس طرح وہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو سنواریں گے۔

(٧) معاشرتی تربیت ہوگی :

اس حقیقت کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کے جملہ شعبہ جات میں رہنما ہے۔ یہ کردار وسیرت کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ہماری معاشرتی تربیت میں بھی بڑا معاون ہے۔ اسلامی نظریہ حیات سے ہمارے بچوں میں اسلام کے نامور اور واجب الاحترام شخصیتوں سے عقیدت پیدا ہوگی۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ فروغ پائے گا۔ آداب معاشرت سے واقفیت ہوگی۔ اس کے ذریعے سے ہم متعدد معاشرتی آداب سے واقف ہوں گے مثلاً ہمارے بچوں میں محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ پیدا ہوگا۔ آداب مجلس سے آگہی ہوگی۔ والدین، پڑوسیوں اور عزیزوں، انصار اجنبی اور مٹی لوگوں سے تعلقات کے اصول وضوابط معلوم ہوں گے۔ اس کے علاوہ کاروبار، اقتصادی امور، سیاسی وعدالتی امور کو انجام دینے کے بہتر سے بہتر اصول واضوابط سے آگہی ہوگی۔ غرضکہ اسلامی نظریہ حیات ہمارے بچوں کو بہتر معاشرتی شعور اور تربیت سے ہمکنار کرے گا۔ جس کے ذریعے ہمارے طلبہ معاشرے میں بہتر مطابقت حاصل کرسکیں گے۔ ان فوائد کی وجہ سے تعلیم میں اسلامی نظریہ حیات کی بڑی اہمیت ہے اور ہم ان کو ایک اسلامی مملکت میں ضروری سمجھتے ہیں۔

اسلامی فلسفہ تعلیم کی خصوصیات

اسلامی فلسفہ تعلیم کچھ ایسی خصوصیات کا حامل ہے جو دوسرے فلسفہ تعلیم میں نہیں پایا جاتا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے اسلامی فلسفہ تعلیم کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ ذیل میں ان خصوصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے:۔

(۱) مکمل ضابطہ حیات کا حامل ہے :

اسلامی فلسفہ تعلیم مکمل ضابطہ حیات کا حامل ہے جس طرح اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کی وکالت کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی فلسفہ تعلیم بھی ایک مکمل ضابطہ حیات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ ایک طرف انسان کو مادی لطافتوں سے ہمکنار کرتا ہے تو دوسری طرف اسے روحانی عظمت سے سرفراز کرتا ہے۔ مادی و روحانی دونوں تقاضوں کی آسودگی کا اہتمام کرتا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اسلامی فلسفہ تعلیم مادی ترقی کے خلاف ہے اور وہ صرف روحانی ترقی کی وکالت کرتا ہے۔ اسلامی فلسفہ تعلیم جہاں حقوق اللہ کی تکمیل پر زور دیتا ہے وہاں فرد کو حقوق النفس کی ادائیگی کی بھی تاکید کرتا ہے۔ سائنس اور اس کی ایجادات کی بھی حمایت کرتا ہے۔ بلکہ اس نے انسان کو کائنات کی تسخیر کی ہدایت دی ہے۔ کائنات کی ہر شے کے علم و تحقیق کی طرف مائل کیا ہے۔

لیکن اسلامی فلسفہ تعلیم نے اس بات کی تاکید کی کہ ایسی مادی ترقی اور تعلیم سے دور رہے جو فرد کو معرفت الٰہی سے بے نیاز رکھے۔ اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔ ایسی مادی ترقی سے باز رہے جو انسانیت اور اجتماعیت کی دشمن ہو۔ ہماری اسلامی تعلیم فرد کو پوری انسانیت کی بھلائی کی طرف راغب کرتی ہے۔ وہ خود غرض نہیں بناتی بلکہ وہ اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے تیار کرتی ہے۔ غرضکہ اسلامی فلسفہ تعلیم ہر شعبہ حیات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ فرد کو ایک بہتر زندگی بسر کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔

(۲) انسانی فطرت کا ترجمان ہے :

اسلامی فلسفہ تعلیم انسانی فطرت کی ترجمانی کرتا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس حوالے سے اسلامی فلسفہ تعلیم فرد کی فطرت پر مبنی ہے۔ وہ انسان کے فطری تقاضوں کی تسکین کرتا ہے۔ فرد کی فطری خواہشات کی تسکین کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ انسان مادہ اور روح کا پیکر ہے۔ ذہن و جسم پر اس کی فطرت کا انحصار ہے۔ ذہن اور جسم کی آسودگی کے لئے مادی اور عقلی علوم کے معاون سمجھے جاتے ہیں۔ اسلامی فلسفہ تعلیم اس سلسلے میں بہت ہی زیادہ مراعات دیتا ہے۔ کسی علم کے حصول پر پابندی نہیں کرتا۔ روحانی عظمت اور آسودگی کے لئے وحی کا علم معاون سمجھا جاتا ہے۔ مذہب اور وحی کا علم ہمیں معرفت الٰہی سے ہمکنار کرتا ہے۔ غرضیکہ اسلامی فلسفہ تعلیم فرد کی فطرت کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں کے لئے کامیاب بناتا ہے۔

(۳) شرف انسانیت اور فضیلت سے ہمکنار کرتا ہے :

اسلامی فلسفہ تعلیم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ فرد کو شرف انسانیت اور عظمت سے ہمکنار کرتا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلامی تعلیم اس خصوصیت اور وصف کی حمایت کرتی ہے اور تاکید کرتی ہے کہ تعلیم ایسی حاصل کی جائے جو فرد کو انسانیت اور عظمت سے ہمکنار کرے۔ اس میں اچھے اوصاف پیدا

ہوں۔ اچھے اخلاق وکردار کا نمونہ ہو۔ ہمارے رسول اکرم ﷺ معلم اخلاق تھے انہوں نے اخلاق وسیرت کی تعلیم دی اور فرد کو اعلیٰ خوبیوں سے ہمکنار کیا۔

اسلامی تعلیم کا یہ بنیادی مقصد ہے کہ فرد کے اخلاق کی تربیت ہو۔ اس میں ایسے اعلیٰ اوصاف پیدا کیے جائیں جو اشرف المخلوقات ہونے کی توثیق کریں۔

اسلامی فلسفہ تعلیم فرد کو عظمت اور بزرگی سے ہمکنار کرتا ہے۔ سورۃ مجادلہ رکوع نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا''

اس حوالے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم حاصل کرنے والوں کے درجات بلند کرے گا۔ اس کو ترقی وعظمت نصیب ہوگی۔ سورۃ عنکبوت میں اللہ نے واضح کیا ہے کہ ہم ان مثالوں کو لوگوں کو سمجھانے کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔ یہاں تعلیم کو ایک وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ جس سے اللہ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

(٤) امن وسلامتی کا حامل ھے :

اسلامی فلسفہ تعلیم امن وسلامتی کا حامل ہے۔ اسلام امن وسلامتی کا علمبردار ہے۔ اس کی تعلیم بھی امن وسلامتی کو فروغ دیتی ہے۔ اسلام ایسی تعلیم کی تلقین کرتا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کو امن وسلامتی سے ہمکنار کرے اور ایسی تعلیم سے ہم دور رہیں جو ہمیں بے راہ روی سکھاتی ہو۔ اسلامی تعلیم معاشرے میں عدل وانصاف اخوت ومحبت مساوات اور رواداری کی تلقین کرتی ہے۔ یہی اوصاف فرد اور معاشرے کو امن وسلامتی سے ہمکنار کرتے ہیں۔

اسلامی فلسفہ تعلیم بڑی وسعت رکھتاھے:

اسلامی فلسفہ تعلیم بڑی وسعت کا حامل ہے ساری کائنات کی تسخیر کی تاکید کرتا ہے۔ باالفاظ دیگر کائنات کی تسخیر کے علم کی وکالت کرتا ہے۔ یہ کہنا کہ اسلام سائنسی تعلیم کے خلاف ہے۔ غلط ہے۔ بلکہ وہ کائنات کی ہر شے کے علم پر زور دیتا ہے۔ ساری کائنات کو انسان کے تابع قرار دیتا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم کائنات کا علم حاصل کریں۔ اسلام نے کبھی بھی تعلیم کی حد مقرر نہیں کی۔ بلکہ اس کے نزدیک مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کرنا چاہیئے۔ یعنی علم حاصل کرنے میں کسی منزل کی قید نہیں ہے۔ فرد کی تمام زندگی علم ہے۔ فرد کیلئے مادی علم حاصل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ ہر خشک وتر کا علم حاصل کیا جائے۔ قدرت کی تمام چیزیں ہمارے لیے تعلیم کا ذریعہ ہیں۔

مشقیں

(۱) تعلیم کے فلسفیانہ بنیاد کی وضاحت کیجیئے۔ ہمارے ہاں پاکستان میں پرائمری سکول کے حوالے سے فلسفیانہ بنیاد کی اہمیت اور خصوصیات واضح کیجیئے؟

(۲) تعلیم کی نفسیاتی بنیاد کی وضاحت کیجیئے؟

(۳) آموزش سے کیا مراد ہے۔اس عمل کو موثر بنانے کیلیئے آپ کونسے اقدامات پسند کریں گے؟

(۴) نشو ونما کی وضاحت کیجیئے۔اور بچوں کی تعلیم کے حوالے سے اسکی افادیت بیان کیجیئے؟

(۵) آموزش کے مختلف قوانین بیان کریں۔آپ اپنی کلاس میں ان قوانین پر کیسے عمل کریں گے؟

(۶) نظام تعلیم انفرادی اختلافات کے تابع ہوتا ہے۔اس بیان کی توثیق مثالوں کے ساتھ کیجیئے۔؟

(۷) اہم مکتبہ نفسیات کون کون سے ہیں۔مثالوں سے وضاحت کریں؟

(۸) آپ کی کلاس میں کچھ بچے غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہے اور کچھ بچے امیر خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔جبکہ یہ کہا جاتا ہے کہ فیملی کے ماحول کا بچوں کی تعلیم سے گہرا تعلق ہے۔یعنی عام حالات میں غریب بچے امیر بچوں کی نسبت سیکھنے میں کمزور ہوتے ہیں۔آپ ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے کون سے اقدامات پسند کریں گے کہ دونوں مختلف خاندانوں کے بچے ساتھ ساتھ چل سکیں؟

(۹) آپ کی کلاس میں ایک بچہ ذہنی لحاظ سے قدرے کمزور ہے۔پڑھائی میں اس کا دل نہیں لگتا۔اس کا سکول چھوڑنے کا ارادہ ہے۔آپ کیا تجویز کریں گے کہ بچہ اپنی پڑھائی جاری رکھے؟

(۱۰) آموزش بذریعہ بصیرت پر ایک مقالہ تحریر کیجیئے؟

(۱۱) ڈائریکٹر پرائمری ایجوکیشن کو ایک خط لکھیں جس میں اس بات کا ذکر کریں کہ آپ کے سکول میں پانچ بچے سکول چھوڑنے کیلیئے تیار تھے۔آپ نے اان کے مسائل کی نشاندہی کی۔جو نفسیاتی نوعیت کے تھے۔مسائل کے حل میں آپ نے انکی مدد کی۔جسکی وجہ سے انہوں نے اپنے ارادے ترک کردیئے۔وہ کون سے نفسیاتی مسائل تھے؟اور آپ نے انہیں حل کرنے میں کیا مدد کی؟

(۱۲) ایسے والدین سے ملیں جن کا دعویٰ ہے کہ ان کے بچے ذہین ہیں۔لیکن وہ صحیح طور پر سیکھ نہیں رہے کیونکہ سکول میں انہیں کوئی خاص توجہ نہیں دی جارہی ہے۔اپ بچوں کے سیکھنے کے عمل کو بہتر کرنے کیلیئے ایسے حالات میں کیا تجویز کریں گے؟۔مثالوں سے وضاحت کریں۔

(۱۳) تعلیم کے مذہبی بنیاد کی روشنی میں بچے کی اخلاقی تربیت کیلیئے آپ کونسے اقدامات پسند کریں گے؟

پروف ریڈر : عمر فاروق

معاونین : ڈاکٹر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] : پروفیسر [illegible]

[illegible]

[illegible] : [illegible]

"تعلیم سب کیلئے"

نوشہرہ پراجیکٹ

عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
[illegible] (Personality, Individual Differences & Guidance Record)	7	[illegible] (Foundations of Education)	1
[illegible] (Co-curricular Activities)	8	[illegible] (Universalization of Primary Education)	2
[illegible] (Teaching of Urdu)	9	[illegible] (Evaluation & Measurement)	3
[illegible] (Teaching of Social Studies)	10	[illegible] (Management of Primary School)	4
[illegible] (Teaching of Mathematics)	11	[illegible] ([illegible] in Teaching)	5
[illegible] (Teaching of Science)	12	[illegible] (Teaching Aids)	6

[illegible]

[illegible] UNESCO [illegible]